پاکستان میں اسلامی بینکاری

جناب محمد اکرام خاں

۱- ابتدائیہ اس مقالہ کا مقصد پاکستان میں اسلامی بینکاری کے بنیادی ڈھانچہ Frame Work، لائحہ عمل Strategy اور قانونی اقدامات کا معروضی جائزہ پیش کرنا ہے۔ یہ جائزہ بنیادی طور پر معاشیاتی اور عقلی بنیادوں پر پیش کیا جائے گا اگرچہ جستہ جستہ مقامات پر شریعت کے نقطۂ نظر کو بھی پیش کیا جائے گا لیکن چونکہ مصنف ہذا شریعت کا مستند عالم نہیں ہے لہٰذا وہ شرعی نقطۂ نظر پر کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتا اور بجا طور پر اس کو علمائے کرام کا دائرۂ کار تصور کرتا ہے۔

جنوری ۱۹۸۱ء میں اسلامی بینکاری کا آغاز جدول بینکوں Scheduled Banks. میں نفع و نقصان کے کاؤنٹر P.L.S Counters. کھول کر کیا گیا۔ چار سال کے تجربہ کے بعد یکم جنوری ۱۹۸۵ء سے تمام بینکوں کے لیے لازم ہو گیا ہے کہ وہ فیڈرل حکومت، صوبائی حکومتوں اور قومیائے ہوئے یا سرکاری تجارتی اداروں کو تمام سرمایہ صرف ان بنیادوں پر فراہم کریں جو سود کے متبادل کے طور پر مرکزی بینک نے منظور کی ہیں۔ یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے یہ شرط تمام نجی تجارتی اداروں اور افراد کے لئے سرمایہ کی فراہمی پر بھی لاگو ہو گئی ہے اور یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے بینک کوئی بھی امانت سود پر نہ رکھ سکیں گے۔ البتہ یہ قوانین بیرونی قرضوں پر لاگو نہیں ہوں گے [۱] اس کے ساتھ ہی صدر مملکت نے درج ذیل دو آرڈیننس پاس کر کے اس ڈھانچہ کو قانونی

(i) The Banking and Financial Services (Amendment of Laws) Ordinance 1984. (ii) The Banking Tribunals Ordinance, 1984.

جواز فراہم کر دیا ہے۔

۲۔ تمویل کی متبادل اسس

سود کی حرمت کے بعد مرکزی بینک نے درج ذیل اسس کی بنیاد پر تمویل Financing کی اجازت دی ہے۔

۱۔ سروس چارج پر قرض
۲۔ قرض حسن
۳۔ مارک اپ پر اشیاء کی خرید و فروخت
۴۔ تجارتی ہنڈیوں کی خرید
۵۔ منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی خرید و فروخت
۶۔ اجارہ LEASE
۷۔ اجارہ و ابتاع Lease-Purchase.
۸۔ جائیداد کی تعمیر Development of Property.
۹۔ مشارکہ
۱۰۔ حصص کی خریداری
۱۱۔ مضاربہ
۱۲۔ کرایہ میں شرکت

طوالت کے خوف سے ہم ہر ایک اساس کی تشریح اس مقام پر نہیں کر رہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا جائزہ لیتے وقت ہم کسی حد تک ان کی تشریح کریں گے۔

اب ہم اختصار کے ساتھ بتائیں گے کہ ان متبادل اسس میں کس حد تک سود کو فی الواقع حذف کر دیا گیا ہے اور بینکاری کے نظام کو شریعت کے احکام

سے ہم آہنگ کر دیا گیا ہے، بعد ازاں اپنے تجزیہ کے دوران ان مقامات کی نشان دہی کریں گے جہاں سود حذف نہیں ہوا بلکہ وہ ایک محفوظ پردہ کے پیچھے اپنی تمام خرابیوں سمیت جوں کا توں موجود ہے اس کے بعد ہم اسلامی بینکاری کی مجموعی حکمت عملی پر کلام کریں گے اور آخر میں چند مثبت تجاویز دیں گے

۲۔ تبادل اسم اور حذف سود

ہم سمجھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اقدامات ایسے ہیں جن میں ضمنی طور پر سود کو حذف کر دیا گیا ہے ان اقدامات کی حد تک اسلامی بینکاری کا سفر صحیح سمت میں ہے:

(ا) سروس چارج پر قرض میں سروس چارج کے تعین میں یہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے کہ سروس چارج پر مال کے استعمال کے معاوضے کا کوئی عنصر شامل نہ ہو مزید برآں مرکزی بینک نے زیادہ سے زیادہ سروس چارج کی شرح کا تعین اپنے پاس رکھا ہے امید ہے کہ اس طرح سے عام آدمی بینک کی طرف سے کسی زیادتی کا ہدف نہ بنے گا۔

(ب) قرض حسن بلاشبہ ایک اسلامی طریقہ ہے، بینکوں کو قرض حسن کی اجازت دینا ایک مستحسن قدم ہے۔

(ج) نفع و نقصان کی تقسیم میں یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے کہ نفع تو کسی بھی شرح سے تقسیم ہو سکتا ہے، البتہ نقصان کی تقسیم تمام فریقوں کے اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے ہوگی، یہ بھی اسلامی نقطۂ نظر سے جائز ہے اور عقلاً عدل کے مطابق ہے ۔ ۵

(د) مرکزی بینک نے دوسرے بینکوں کو تمویل Refinance. کے لیے یہ گنجائش رکھی ہے کہ اگر مرکزی بینک عبوری شرح منافع سے اتنا نفع وصول کر لے جو کہ

آئندہ واقعی نفع سے زیادہ ہو تو مرکزی بینک وہ زائد رقم واپس کر دے گا۔[۱]

(ر) پاکستان میں بنی ہوئی مشینری کی خرید کیلئے تمویل میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس مقصد کے لیے رقم فراہم کرے تو مرکزی بینک، اس بینک یا مالیاتی ادارے کو نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر تمویل فراہم کرے گا، مرکزی بینک کی تمویل کی یہ شرط ہوگی کہ نفع میں مرکزی بینک کا حصہ ۷۵ فیصد ہوگا جب کہ نقصان میں مرکزی بینک اور تمویل لینے والا بینک یا مالیاتی ادارہ اپنے اپنے سرمایے کے تناسب سے شریک ہوں گے . . . . . . البتہ اگر نقصان ہو جائے تو نقصان پہلے اس ریزرو سے پورا کیا جائے گا جو اثنائے تمویل میں رکھا گیا ہو گا۔

یہ شرط بھی شریعت کے منشا کے مطابق ہے۔

(ز) یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے رقم کی بروقت واپسی نہ ہونے پر تعزیری سود Penal Interest. عائد کرنے کے دستور میں ترمیم کر دی گئی ہے[۵] تعزیری سود کے بجائے جرمانے Fine. کا تصور رائج کیا گیا ہے، تصور کی حد تک جرمانہ سود سے بہتر ہے اور شریعت کے منشا سے اقرب، اگرچہ جرمانے کے تعین میں تعزیری سود کی روح کو دوبارہ واپس لے آیا گیا ہے، اس نقطہ پر ہم تفصیلی کلام بعد میں کریں گے۔

(س) کرایہ میں شرکت Rent Sharing. کی بنیاد پر تمویل مجموعی طور پر شریعت کی منشا کے مطابق ہے، کرایہ کے تعین میں یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن اور سرمایہ لینے والا شخص یا ادارہ کرایہ میں اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے شریک ہوں گے، اور چونکہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن مکان کی مرمت اور ٹیکس کی ادائیگی میں حصہ دار نہیں ہوگی لہٰذا سرمایہ لینے والے شخص کو کرایہ کے تعین میں مناسب حد تک چھوٹ دے دی گئی ہے، اسی طرح ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کو انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے کوئی مقررہ

رقم دینے کے بجائے (جو کہ بالآخر سود کی شکل ہی ہوتی) کرایہ کی تقسیم کے وقت تھوڑی زیادہ شرح سے کرایہ کا حصہ دے دیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مجموعی طور پر یہ تمام شقیں شریعت کے منشا کے مطابق ہیں، بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ جہاں تک سود کے حذف کرنے کا تعلق ہے صرف اسی سکیم میں مکمل کامیابی ہوئی ہے۔

(ش) کرایہ میں شرکت کی بنیاد پر تمویل میں یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ کوئی شخص دو مکانوں کی تعمیر کے لیے کارپوریشن سے سرمایہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح یہ بھی طے پایا گیا کہ کارپوریشن ایک خاص حد سے بڑے گھروں کی تعمیر کے لیے سرمایہ فراہم نہیں کرے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں شرائط کی وجہ سے کارپوریشن کی تمویل کاری بہت حد تک اسلام کے معاشرتی اور معاشی انصاف کی روح کے مطابق ہے، ان شرائط کی وجہ سے تمویل کی سہولت ان لوگوں کو میسر ہوگی جو اس کے محتاج ہیں نہ کہ وہ جو کاروباری نقطۂ نظر سے ایک سے زیادہ گھروں کی تعمیر کر کے مزید سرمایہ اکٹھا کریں یا وہ صاحب ثروت لوگ جو بڑے بڑے بنگلے تعمیر کر کے رہنا چاہیں۔

۴۔ مجوزہ بینکاری کے منفی پہلو

اوپر کی بحث میں ہم نے ان اقدامات کا ذکر کیا ہے جن میں اسلامی بینکاری کے لیے کیے گئے حالیہ اقدامات کے ذریعہ سود کو حذف کرنے میں کامیابی ہوئی ہے، اب ہم ان اقدامات کا جائزہ لیں گے جن میں سود کو یا تو من و عن باقی رکھا گیا ہے یا پھر وہ خفی طریقوں سے باقی رہ گیا ہے مزید برآں ہم کچھ دوسرے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالیں گے جن سے ظاہر ہوگا کہ ان اقدامات کے باوجود شریعت کا منشا ہنوز پورا نہیں ہوا۔

تفصیلی بحث میں جانے سے پہلے خلاصہ کے طور پر ہم اتنا عرض کیے دیتے ہیں کہ تجارتی بینکوں اور ترقیاتی تمویل کے اداروں کی حد تک سود کے حذف کرنے میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ہے، ان اداروں کا بڑا کاروبار ایسی اساس پر تمویل کاری ہے جن میں سود کی عملی یا نفی شکلوں کو برقرار رکھا گیا ہے، اور وہ مثبت پہلو جن کا ذکر اوپر کی بحث میں ہوا

ہے ان اداروں کی حد تک عملی بینکاری پر بہت کم اثر انداز ہو رہے ہیں ۔ بینکوں کا زیادہ
روبار مارک اَپ کی بنیاد پر ہے اس کے بعد مشارکہ یا اجارہ کے طریقے ہیں ۔ اگرچہ موخر الذکر
ریقوں کے بارے میں بینکوں نے اپنی پالیسیاں بنالی ہیں (اور وہ بھی سودی عناصر سے
ل نہیں ہیں) لیکن وہ ان طریقوں سے تمویل بہت کم کر رہے ہیں ۔ ذیل کی بحث میں ہم یہ
رض کریں گے کہ کس طرح سود کی متبادل اسکیم کو دوبارہ سودی کاروبار کے لیے استعمال
لیا جارہا ہے اگرچہ اصطلاحات اور الفاظ کی حد تک سود کا لفظ کاروبار سے نکال دیا
یا ہے ۔

۱ - مارک اپ

سود کی متبادل اسکیم میں سے درج ذیل مارک اپ کی بنیاد پر ہیں ۔

(i) مارک اپ پر اشیاء کی خرید و فروخت ۔

(ii) تجارتی ہنڈیوں کی خرید

(iii) منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی خرید و فروخت

(iv) اجارہ

(v) اجارہ وابتاع

(vi) جائیداد کی تعمیر

اس طرح سے بینکوں کے روزمرہ کاروبار میں مارک اپ کی بنیاد پر تمویل کا حصہ سب سے
دہ ہے، آئیے دیکھیں کہ عملاً یہ کاروبار کیسے انجام پاتا ہے ۔

ا۔ مارک اَپ پر اشیاء کی خرید و فروخت

اس کی شکل یہ ہے کہ ایک شخص (جسے ہم
یون کہیں گے) بینک کے پاس سرمایہ کے حصول کے لیے آتا ہے تاکہ اس سرمایہ سے خام
، نیم مکمل شدہ اشیاء یا مکمل شدہ مصنوعات خرید سکے ۔ اس کی دو شکلیں ہیں، ایک یہ کہ وہ
یا مدیون نے پہلے سے خریدی ہوئی ہیں اور وہ ان کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے، دوسری یہ کہ
اشیاء ہنوز بازار میں ہی ہیں لیکن تعین کے ساتھ بتایا جا سکتا ہے کہ ان کی بازار میں قیمت

خرید کیا ہے، پہلی صورت میں بینک اور مدیون کے درمیان یہ طے پاتا ہے کہ مدیون نے ایک رقم کے عوض (جتنی رقم کہ مدیون کو ضرورت ہوتی ہے) اپنے مال کو بینک پر فروخت کر دیا - پھر اس ثانیئے بینک نے اس پر ایک مقررہ شرح سے مارک اَپ کا اضافہ کر کے دوبارہ مدیون پر وہ چیزیں ادھار پر فروخت کر دیں، اس طرح سے مدیون کو بینک سے رقم مل جاتی ہے جو کہ وہ ایک عرصہ کے بعد مارک اپ کا اضافہ کر کے واپس لوٹاتا ہے - اسے بینکوں کی اصطلاح میں Buy-Back Agreement کہا جاتا ہے - دوسری صورت میں وہ اشیاء بازار سے مدیون' اور مدیون سے بینک نقد خرید تا ہے پھر اسی لمحے اس پر مارک اَپ کا اضافہ کر کے قسطوں پر ادھار مدیون پر فروخت کر دیتا ہے -

ii- تجارتی ہنڈیوں کی خرید

بینک مختلف قسم کی ہنڈیوں کی خرید و فروخت کا کام بھی کرتے ہیں، جن میں درآمد و برآمد کی ہنڈیاں' اندرون ملک عو رنامے In-land Promisory Notes امانتی رسید پر تمویل Trust Receipt Financing. بیرون ملک بلوں پر تمویل Financing against Foreign Bills. وغیرہ شامل ہیں - ان تمام قسم کی ہنڈیوں کے لیے اب یہ طریقہ رائج ہوا ہے کہ بینک ہنڈی کی رقم پر اسے خرید لیتے ہیں پھر اس پر مارک اَپ کا اضافہ کر کے اسے ا فریق پر فروخت کر دیتے ہیں یا اس دوسرے فریق سے وصول کر تے ہیں جس کے نام پر وہ ہنڈی ہوتی ہے اور ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں فریق اول اصل رقم معہ مارک اَپ لوٹانے کا پابند ہوتا ہے - ہر ایک ہنڈی کی خرید و فروخت کے لیے مارک اپ کی شرح اور مدت مختلف ہے' اس طرح سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بینک ہنڈی کی اصل رقم سے ایک رقم منہا کر کے (جسے مارک ڈاؤن کہتے ہیں) باقی رقم مدیون کو نقد دے دیتے ہیں اور بعد میں ہنڈی کی پوری رقم وصول کرتے ہیں -

iii- جائیداد کی خرید و فروخت

اس میں وہی اصول کار فرما ہے جو مال کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں اوپر (ا) میں بیان ہوا ہے

۶- اجارہ

بینک اجارہ کی دو قسمیں کرتے ہیں، ایک مالیاتی اجارہ Financing Lease. اور دوسرا عملی اجارہ Operating عملاً بینک صرف اوّل الذکر اجارہ کی تمویل کرتے ہیں۔ مالیاتی اجارہ یہ ہے کہ کوئی شخص بینک سے سرمایہ کا خواہاں ہے جس سے وہ کوئی مشینری وغیرہ حاصل کرنا چاہتا ہے، تو بینک اسے اس مشینری کے لیے سرمایہ فراہم کرتا ہے، تمویل کی شرائط یہ ہوتی ہیں کہ کاغذوں میں وہ مشینری بینک کی ملکیت ہوگی اور سرمایہ کی بروقت واپسی نہ ہونے پر بینک کو اسے حاصل کر کے فروخت کرنے کا اختیار ہوگا (دوسرے الفاظ میں بینک کی یہ ملکیت رہن کی ایک شکل ہوتی ہے) اس کے علاوہ مشینری کا حصول، حصول کے اخراجات، حصول کے دوران تلفی کا خطرہ، اس مشینری کو چلانے، اس کی نگہداشت، وقت سے پہلے ناکارہ ہونے، غرضیکہ اس کے تمام خطرات کی ذمہ داری اجیر پر ہوتی ہے، بینک ایک آجر کی حیثیت سے اپنے سرمایہ پر ایک مارک اپ لگا کر ایک مقررہ مدت پر تقسیم کر کے ایک رقم ماہ بماہ وصول کرتا رہتا ہے، جسے وہ کرایہ کا نام دیتا ہے، اس سارے کاروبار میں بینک کسی قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لیتا۔

۷- اجارہ وابتاع

اس میں اور اوپر والی شکل میں صرف اتنا فرق ہے کہ تمویل کرتے وقت ہی یہ طے پاجاتا ہے کہ ایک خاص مدت گذرنے کے بعد اجیر اس مشینری کو ایک مقررہ قیمت پر (جو اس وقت طے کر لی جاتی ہے) خرید لے گا، مشینری کی یہ قیمت اور کرایہ اس طرح طے کیا جاتا ہے کہ بینک اپنے سرمایہ پر ایک خاص شرح سے مارک اپ وصول کرے۔ اس کے علاوہ بینک کسی قسم کا کوئی کاروباری خطرہ مول نہیں لیتا۔

۷أ- جائیداد کی تعمیر

اس میں بھی بنیادی اصول یہی ہے بینک کسی مجوزہ جائیداد کو ایک رقم پر خرید لیتا ہے اور اسی لمحے اس سے زیادہ رقم پر اسی شخص کو بیچ دیتا ہے اس طرح سے اپنی رقم پر ایک مارک اپ وصول کرتا ہے۔

اوپر کی تمام قسموں میں بنیادی اصول یہ ہے کہ بینک اپنا سرمایہ اس طرح سے فراہم کرتا ہے کہ ایک مدت گذرنے کے بعد اصل زر ایک مقررہ رقم کے اضافہ کے ساتھ واپس آجائے، اس صورت کو سود پر قرض کی صورت سے تمیز کرنا محال ہے، اگر ہم اصطلاحات کے گورکھ دھندے سے نکل جائیں تو یہ سیدھی صاف سود پر قرض کی شکلیں ہیں۔ ان تمام شکلوں میں بینک کسی قسم کا کوئی کاروباری خطرہ Business Risk. مول نہیں لیتا۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ اصل زر میں اضافہ ہوتا ہے یہی سود ہے۔

ایک بات جو بار بار دہرائی جارہی ہے، وہ یہ ہے کہ اب بینک مارک اپ نہیں لے سکیں گے "تاکہ سود بین طور پر واپس نہ آجائے" لیکن بینکوں نے اس کا "توڑ" فراہم کیا ہے کہ وہ مارک اپ کا حساب لگاتے وقت مدت تمویل میں ۲۱۰ دنوں کا مزید مارک اپ احتیاطاً پہلے ہی لگادیتے ہیں۔ اب اگر کوئی رقم مقررہ مدت پر ادا کردے تو یہ ۲۱۰ دنوں کا مارک اپ رعایت Rebate. کے نام پر چھوڑ دیا جاتا ہے' اور اگر مقررہ مدت پر ادائیگی نہ ہو لیکن ۲۱۰ دنوں کے اندر اندر ہوجائے تو جتنے دن پہلے رقم واپس لوٹ آئے' اتنے دنوں کی رعایت مارک اپ میں کردی جاتی ہے' لیکن اگر کوئی رقم ۲۱۰ دنوں میں بھی نہ لوٹ کر آئے تو پھر بینک کو ٹربیونل میں مقدمہ کا اختیار ہے مزید مارک اپ لگانے کا اختیار نہیں ہے' یعنی ۲۱۰ دنوں سے بھی زیادہ تاخیر ہوجائے تو پھر مارک اپ میں اضافہ ممکن نہیں ہوگا' پرانی اصطلاحوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اب سود لامتناہی عرصہ کے لیے بڑھتا نہیں جائے گا بلکہ زیادہ سے زیادہ سات ماہ تک بڑھے گا۔[9]

عملاً یہ بات پہلے سے اس لیے مختلف نہیں ہے کہ بینک ایسے افراد یا اداروں کو رقم فراہم ہی نہیں کرتے جو اتنے نادھند ہوسکتے ہوں اور پھر اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہ ہر سال ایک خاص رقم ڈوبے ہوئے قرضوں .Bad Debts کی شکل میں اپنے منافع سے منہا کردیتے ہیں، اب بھی حتی الامکان بینک ٹربیونل میں جانے سے احتراز ہی کریں گے کیونکہ قانونی چارہ جوئی سے سہل تر طریقہ اس قسم کی رقوم کو چھوڑ دینا ہوتا ہے۔

(ب) مشارکہ مارک اپ کے بعد دوسری اہم اساس جس پر بینک کاروبار کر سکتے ہیں مشارکہ ہے، مشارکہ ایک اسلامی تصور ہے لیکن بینکوں نے اس کے عملی اطلاق میں چند ایسی باتیں شامل کر لی ہیں جس سے یہ بھی بہت حد تک سودی کاروبار کے مشابہ ہو گیا ہے۔

جب بھی کوئی شخص یا ادارہ (جسے ہم "شریک" کہیں گے) بینک سے مشارکہ کی بنیاد پر سرمایہ حاصل کرتا ہے تو بینک اس کاروبار کی مالی حیثیت متعین کرنے کے لیے ایک جائزہ تیار کرتا ہے اور ساتھ ہی مستقبل میں اس کاروبار کے فروغ کے امکانات کا جائزہ لیتا ہے اس جائزہ کے ضمن میں اگلے پانچ سالوں کے متوقع منافع کی پیش گوئی بھی تیار کی جاتی ہے، سرمایہ کاری کے وقت بینک متوقع منافع Projected Profit. کی اس حد سے کم پر سرمایہ کاری کے لیے تیار نہیں ہوتا جو کم از کم رائج الوقت سود کی شرح سے کم ہو۔ بہرحال اگر سرمایہ کاری پر اتفاق ہو جائے تو پھر بینک ایک عبوری شرح منافع Provisional Profit. سے ہر سہ ماہی اپنا منافع شریک سے وصول کرتا ہے، سال کے آخر میں اگر نفع زیادہ ہوا ہو تو بینک مزید بھی لے سکتا ہے، ریزرو قائم کر سکتا ہے یا حسن سلوک کے طور پر مزید نفع میں نہ بھی شریک ہو، یہ بینک کی مرضی ہے، لیکن اگر بینک نے عبوری منافع کے طور پر اصل منافع سے زیادہ وصول کر لیا ہو تو وہ شریک کو زائد وصولی واپس کرے گا۔ اسی طرح نقصان کی صورت میں بینک اور شریک اپنے اپنے منافع کے تناسب سے شریک ہوں گے۔ یہاں تک تو بات شریعت کے منشا کے موافق ہے، اب بینکوں نے اس میں مزید ترمیم یہ کی ہے کہ سال کے آخر میں حساب فہمی کے وقت جتنا بھی منافع ہو گا اس میں بینک اپنے عبوری شرح منافع کے حساب سے حصۂ منافع کو پہلے وصول کریں گے، اور پھر اگر کوئی منافع بچ رہے گا تو وہ شریک کا حصہ ہو گا، اس شق کے آنے سے مشارکہ اور سودی کاروبار میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا۔

اسی طرح سے یہ بھی طے پایا ہے کہ اگر سال کے آخر میں اصلی شرح منافع اتنی کم ہو کہ بینک اپنا عبوری شرح منافع بھی وصول نہ کر سکے تو سارا منافع بینک لے گا اور

شریک کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس طریقۂ تمویل اور سودی کاروبار میں کوئی فرق کرنا محال نظر آتا ہے۔

(ج) معاشرتی پہلو

اسلامی بینکاری کے کچھ معاشرتی پہلو بھی ہیں۔ حرمت سود کی بہت سی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے معاشرے میں معاشی عدل و انصاف قائم کیا جا سکے نہ ۔ اگر "اسلامی بینکاری" کے باوجود معاشرے میں عدل و انصاف کی منزل قریب آتی نظر نہ آئے تو ہمیں اپنے تصور "اسلامی بینکاری پر از سرِ نو غور کرنا چاہیئے ۔ موجودہ تصور میں اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں معاشرتی نقطۂ نظر سے کوئی خاص فرق نہیں ہے' جس طرح پہلے صاحب حیثیت لوگ خالص معاشی بنیادوں پر سرمایہ حاصل کیا کرتے تھے' اب بھی ویسا ہی ہے' جس طرح عام حاجت مند پہلے محروم رہتے تھے اب بھی ہیں ۔ نئے تصور بینکاری میں سرمایہ کے حصول کا جو بھی معیار تھا نہ صرف اسے قائم رکھا گیا ہے بلکہ شاید اب پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گیا ہے' مختصر یہ کہ سرمایہ کا حصول اگر پہلے سے مشکل نہیں تو پہلے جتنا دشوار ہی ہے ' یہ صورت حال اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس نئے تصور بینکاری کے خالقین کے نزدیک سود کی حرمت کا مسئلہ ایک قانونی مسئلہ ہے جس کو بینکاری کے قوانین میں تبدیلی کر کے حل کیا جا سکتا ہے' حالانکہ یہ ایک معاشی مسئلہ ہے' جب تک قرض کا حصول دشوار ہو گا' اور معاشرہ میں حاجت مند لوگوں کے لیے قرض کا حصول آسان نہ ہو گا اس وقت تک سرمایہ اپنی قیمت وصول کرتا رہے گا' خواہ اس کی شکل بین طور پر سود کی ہو یا خفی طور پر مارک اپ کی' یا مشارکہ میں عبوری شرح منافع کی حرمت سود کی منزل کو اس وقت تک نہیں پایا جا سکتا جب تک ایسی بنیادی تبدیلیاں نہ کی جائیں کہ ضرورت مندوں کو آسانی سے سرمایہ مل سکے۔ ایسا لگتا ہے کہ موجودہ تصور اسلامی بینکاری میں اس کے حصول کو پہلے سے کچھ زیادہ سخت کر دیا گیا ہے یا کم از کم بینک زیادہ محتاط ہو گئے ہیں' ایسے میں تو منطقی طور پر شرح سود میں اضافہ ہی کی توقع کی جا سکتی ہے' کمی کا کوئی احتمال نہیں' البتہ نام کا فرق ہو سکتا ہے۔

موجودہ تصور اسلامی بینکاری میں کوئی اہتمام اس بات کا نہیں کیا گیا کہ بینکوں کے لیے ایسی نئی رہنما ہدایات Guide lines. جاری ہوں یا سرمایہ کی فراہمی کے ایسے نئے پیمانے Criteria. متعین ہوں جن سے آہستہ آہستہ سرمایہ کی فراہمی کم حیثیت کے لوگوں کے لیے بھی ممکن ہو سکے۔ یا خالص معاشی بنیادی کے علاوہ معاشرتی تقاضوں کی تکمیل کے لیے بھی قرض مل سکے۔ اگرچہ کہ قرض حسن کی گنجائش پیدا کی گئی ہے لیکن نہ تو بینکوں کے لیے اس قسم کی سرمایہ کاری کا کوئی محرک ہے اور نہ ہی عملاً اس کے لیے تفصیلی راہنما ہدایات Guide Lines. ہیں۔ غرضیکہ مجموعی طور پر نئے تصور بینکاری اور پرانے تصور بینکاری میں کوئی بنیادی فرق ڈھونڈھنا مشکل ہے، ایسے حالات میں اسلام کے معاشی اور معاشرتی عدل کے تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ یہ بہت کٹھن کام ہے اور اس کا یک قلم حل پیش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ نئے تصور بینکاری میں اس طرف پیش رفت کرنے کی بنا بھی نہیں ڈالی گئی۔

(د) منافع میں شرکت کی مجبوریاں

موجودہ تصور اسلامی بینکاری منافع میں شرکت کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر جتنا فکری کام ہوا ہے اس میں بہت بڑے پیمانے پر منافع میں شرکت کے تصور کو سود کی متبادل اساس کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ منافع میں شرکت کا تصور سود کا متبادل ہے لیکن نفع و نقصان کا معاملہ تجارت میں ہوتا ہے ہمارے ہاں بینکاری کا تصور تجارت پر مبنی نہیں ہے بلکہ بینک مالیاتی توسط Financial Intermediation. کا کام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے منافع میں شرکت کا تصور یہاں پر لگانا ایک دشوار امر ہے

منافع میں شرکت کے تصور میں چند اور دشواریاں بھی ہیں۔ مثال کے طور پر۔

(ا) منافع کا تعین کیسے ہو؟ منافع کے تعین میں چند ایک موضوعی Subjective فیصلوں کو دخل ہوتا ہے جن کی وجہ سے منافع کی شرح کم و بیش ہو سکتی ہے، مثال کے طور

پر فرسودگی کی شرح زیادہ مان لیں تو نفع کم ہوگا، اور کم مان لیں تو زیادہ، ایسا طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کا علم محاسبین Accountants. کو ہے، ایک ایسی تصور بینکاری جس میں سرمایہ کاری کی بنیاد منافع میں شرکت ہو، بہت بڑی مشکل میں پڑجاتا ہے جب کہ خود منافع کا تعین ہی ایک مشکل امر ہو۔

(ii) عوام کی ایک بہت بڑی تعداد ان پڑھ ہے، وہ کسی قسم کا حساب ہی نہیں رکھتے کجا کہ وہ بینکوں کی تسلی کے مطابق حسابات تیار کریں ایسے حالات میں بینک ان سے کیسے کاروبار کریں؟ پھر لوگوں کا معیار دیانت بھی ایسا ہے کہ صحیح انکشاف منافع ایک محال امر ہے۔

(iii) اس دور میں حکومتیں اپنے معاشرتی رفاہی اور ثقافتی پروگراموں کے لیے سرمایہ کی بہت بڑی مقدار کی ضرورت مند ہیں، یہ سارے کام بغیر نفع نقصان کے طے پاتے ہیں، ایک ایسا تصور بینکاری جس کی بنیاد منافع میں شرکت پر ہو حکومتوں کو سرمایہ کیسے فراہم کرے گا؟

(۳) تقسیم منافع میں اوزان کا مسئلہ

اس وقت یہ طے کیا گیا ہے کہ مختلف لوگ جو رقم بینک میں رکھیں انہیں تقسیم منافع کے وقت مدتِ امانت کے حساب سے نفع میں شریک کیا جائے، یعنی جو لوگ لمبے عرصے کے لیے رکھیں وہ منافع میں بھی زیادہ شرح سے شریک ہوں اور جو تھوڑے عرصے کے لیے رقم رکھیں وہ کم شرح سے منافع میں شریک ہوں، اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف مدت کی امانتوں کو مختلف شرحِ اوزان سے ضرب دی جاتی ہے، اگرچہ اوزان کا تصور غیر شرعی نہیں ہے، لیکن ان کے اِس طرح استعمال سے عملاً اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں فرق مٹ گیا ہے، جس طرح سودی بینکاری میں بچت کنندوں کو سود مدتِ امانت کے حساب سے ملتا ہے، اس طرح اسلامی بینکاری میں "نفع"۔ ہم اس دلیل سے متفق ہیں کہ اگر بینک کے پاس کوئی شخص لمبے عرصے کے لیے سرمایہ رکھے تو بینک اس کو زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگا سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس شخص کا منافع میں شرکت کا استحقاق بھی ایک ایسے شخص کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا جو کہ بینک کو قلیل مدت کے

لئے سرمایہ دے۔

اس مسئلہ کا ایک سہل حل یہ ہو سکتا ہے کہ بنک مختلف مدّت کی امانتوں کی علیحدہ علیحدہ سرمایہ کاری کریں اور ان کے حسابات بھی علیحدہ علیحدہ رکھیں، اس طرح سے عین انصاف کے ساتھ منافع میں شرکت ہو سکتی ہے اور کسی قسم کے اوزان کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

(ر) **جرمانے**

سود کو ختم کرنے کے ساتھ ہی یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ جو لوگ بروقت رقم نہ لوٹائیں یا اس مقصد کے لیے صرف نہ کریں جس کے لیے انہوں نے وہ رقم حاصل کی ہو اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے مرکزی بنیک کی ہدایات کے مطابق اب جرمانوں کا ایک نظام نافذ کیا گیا ہے، جرمانہ کا تصور غیر شرعی نہیں ہے لیکن جطرح سے اسے نافذ کیا گیا ہے، وہ اپنے اندر سود کی روح لیے ہوئے ہے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بنیک سے اس شرط پر سرمایہ حاصل کرے کہ وہ اس سے بیرون ملک مشینری بھیجے گا مشینری بھیجنے کی ایک مدّت بھی طے پا جاتی ہے، بعدہٗ وہ شخص مدّت مقررہ کے اندر اندر مشینری نہیں بھیجتا، تو مرکزی بنیک کی ہدایات کے مطابق اسے ۵ پیسے فی یوم فی ... ار روپے جرمانہ دینا پڑے گا۔ جرمانہ کو وقت کے ساتھ معلق کرنے سے اس میں سود کی روح حلول کر گئی ہے، اب اس مثال میں کیا یہ جرمانہ ۸ ء ۲۳ء ۷ ۲ فی صدی شرح سود نہیں ہے ؟ اور اس میں اور تعزیری سود میں کیا فرق ہے ؟

جرمانے کے تصور کو وقت سے منسلک نہیں کرنا چاہیئے ورنہ اس میں اور سود میں تمیز مشکل ہو جاتی ہے، اس وجہ سے جرمانے کے تصور پر از سرِ نو غور کرنے کی ضرورت ہے،

(س) **انتظامی اخراجات**

اسلامی بنکاری کے تصور میں یہ طے کیا گیا ہے کہ تمام انتظامی اخراجات اُس منافع میں سے منہا کئے جائیں گے جو امانت کاروں کے حصہ میں آئے گا یعنی بنیک کے حصص دار (Share Holder) بنیک کے

Dr. Zakir ... Library Jamia Nagar

منافع میں تو اپنے سرمایہ کے تناسب سے شریک ہوں گے۔ البتہ اخراجات صرف اس منافع میں سے وضع کیئے جائیں گے جو امانت کاروں یا بچت کنندوں کے حصہ میں آئے گا (۱۲) یہ بات عدل کے منافی ہے اور شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے

اسی طرح یہ بھی طے پایا ہے کہ بینک اِن انتظامی اخراجات کی وصولی کے علاوہ منافع کا دس فی صدی انتظامی فیس (MANAGMENT) کے حساب پر وصول کریں گے۔ یہ بات بھی عدل کے منافی ہے، جب تمام انتظامی اخراجات بچت کنندوں پر ڈال دیئے گئے ہیں تو پھر یہ انتظامی فیس کس بات کی۔

ش۔ ریزرو اس وقت قانونی طور پر تمام بینکوں کو اپنی امانتوں کا پانچ فی صد نقد اور تیس فی صدی تمسکات کی شکل میں مرکزی بینک کے پاس رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن ابھی تک تمسکات کی بلاسود شکلیں وجود میں نہیں آئیں۔ لہٰذا یہ گنجائش پیدا کی گئی ہے کہ بینک جتنی رقم حکومت کو اجناس کی خرید کے لیے مارک اپ کی بنیاد پر دیں گے وہ اس ایزرو کی حد میں سے منہا کر لی جائے گی یعنی اسے ریزرو ہی سمجھا جائے گا

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی شرعی حل نہیں ہے، اس وقت ریزرو کی شرح ۳۵ فی صد ہے، جس کا مطلب ہے کہ بینک زیادہ سے زیادہ تقریباً تین گنا زرِ اعتباری تخلیق کر سکتے ہیں، اِس معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیوں نہ اس حد کو کم کر کے دس فی صدی نقد پر لے آیا جائے تاکہ بینکوں کی تخلیق اعتبار کی قوت تین گنا سے بڑھ کر دس گنا ہو جائے اس سے بہت بڑے پیمانے پر ملک میں اعتباری زر میسر ہو جائے گا جس کے میسر ہونے کی صورت میں ہی سود کی حقیقی شرح کم ہوگی اور بالآخر صفر ہو گی، جب تک بینکوں کی تخلیق اعتبار کی قوت میں اضافہ نہ ہو گا زرِ اعتبار کی رسد محدود رہے گی اور سرمایہ اپنی قیمت لگواتا رہے گا، لمبے عرصے میں معیشت کا رُخ اس طرف پھیرنے کی ضرورت ہے اس اثنا میں افراطِ زر کو قابو میں رکھنے کے لیے مناسب پالیساں وضع کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جب تک معیشت میں سرمایہ ....

کی فراہمی آسان نہیں ہوگی حقیقی معنوں میں سود کی بیخ کنی ممکن نہیں ہوگی۔

۵۔ اسلامی بینکاری کے لیے مثبت لائحہ عمل

اب ہم چند مثبت تجاویز پیش کریں گے جن کی بنیاد پر صحیح معنوں میں اسلامی بینکاری کی ابتدا کی جا سکتی ہے، ہمارے خیال میں درج ذیل ہی وہ لائحہ عمل ہے جس کے ذریعے سود کو معیشت سے حذف کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مالیاتی توسط سے براہ راست تجارت

ہمارے ملک میں جو بینکاری روایتی طور پر رائج ہے وہ ہمیں اپنے نوآبادیاتی دور سے ورثہ میں ملی ہے، اس بینکاری کا آغاز مغرب کی سرمایہ دارانہ ریاستوں میں ہوا، اور اس وقت ساری دنیا میں بینکاری اسی انداز میں رائج ہے۔ بینکاری کے اس طریقہ میں بنیادی تصور یہ ہے کہ بینک مالیاتی توسط (Financial Intermediation) کا کام کرتے ہیں، یعنی وہ لوگوں کا پیسہ دوسرے لوگوں کو فراہم کرتے ہیں اور اس خدمت کو انجام دینے کے لیے حق الخدمت کے طور پر سود کماتے ہیں۔ بینک بنیادی طور پر تجارتی ادارے نہیں ہیں اور نہ ہی تجارت کو بینک کا دائرہ کار سمجھا جاتا ہے۔

ماضی قریب ہی میں جب اسلامی بینکاری یا بلا سود بینکاری کی باتیں ہونے لگیں تو مسلمان اہل فکر نے اس موضوع پر غور و خوض کرنا شروع کیا، اب تک اس موضوع پر جتنا کام ہوا ہے وہ تقریباً سب کا سب اسی مفروضے پر ہوا ہے کہ بینک مالیاتی توسط (Financial Intermediation) کا فریضہ ہی انجام دیں گے البتہ یہ کہ وہ سود نہیں کمائیں گے، چنانچہ سود کے متبادل کے طور پر نفع و نقصان میں شرکت، مارک اپ، اجارہ وغیرہ مختلف اسکے بارے میں سوچا گیا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ نفع و نقصان میں شرکت عملاً ایک محدود پیمانے پر ہو سکتی ہے، لہٰذا لامحالہ بینکوں کو ایسی تراکیب سوچنا پڑی ہیں جو نام کے اعتبار سے تو سود نہیں ہیں لیکن عملاً ان میں اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے، اس کی وجہ غالباً بینکاروں کا عدم اخلاص نہیں ہے بلکہ ان کی یہ مجبوری ہے کہ وہ مالیاتی توسط کا کام کسی اور بنیاد پر انجام نہیں دے سکتے۔

ہماری رائے میں بینکوں کو یہ انقلابی اقدام کرنا ہوگا کہ وہ مالیاتی توسط کے روایتی اور بنیادی تصور سے آزاد ہو کر براہ راست تجارت کے میدان میں قدم رکھیں، جب تک بینک اس بنیادی حجاب کا کشف نہیں کریں گے وہ سود سے آزادی حاصل نہیں کر سکیں گے، عملاً بینکوں کے لیے یہ تصور بہت اجنبی ہے اور وہ جلدی اسے قبول کرنے کے لیے تیار بھی نہیں ہوں گے لیکن اسلام فی الواقع ایک انقلابی دین ہے، اور حرمت سود عملاً ایک بہت بڑے انقلاب کا ذریعہ ہے، ہم کبھی بھی سرمایہ دارانہ نظام کی رفوگری سے اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے، جب تک ہم موجودہ نظام کے فریم ورک میں رہتے ہوئے، کہیں کہیں کوئی تبدیلی لانے کے چکر میں رہیں گے اس وقت تک نہ صرف ہم اسلامی نظام کی منزل کے قریب نہیں پہنچ سکتے بلکہ عملاً ایک ایسے سرمایہ دارانہ نظام کے چکر میں پھنس جائیں گے جو مغربی ماڈل سے کم مستند ہوگا۔

لہٰذا ہمارے نزدیک بینکوں کو اپنے بنیادی فریم ورک، رول اور وظیفہ میں یہ تبدیلی لانا ہوگی کہ وہ مالیاتی توسط سے آگے نکل کر براہ راست تجارت شروع کریں، اس کی عملی تفصیلات تو بینک خود ہی طے کریں گے لیکن تصور کی حد تک ہم سمجھتے ہیں کہ درج ذیل طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔

مختلف وظائف کے لیے، مخصوص بینک وجود میں آ سکتے ہیں یا ایک ہی بینک مختلف وظائف کے لیے مخصوص ڈویژن قائم کر سکتا ہے مثال کے طور پر کچھ بینک مشینری کی درآمد کا کام کر سکتے ہیں، کچھ دوسرے برآمدات کا کام کر سکتے ہیں، کوئی اجارہ کا کام کرے، اور کوئی تجارت کا، اگر ایک ہی بینک یہ کام کرنا چاہے تو وہ مختلف وظائف کے لیے اپنے مختلف ڈویژن قائم کرے، لیکن ان سب ڈویژنوں کے حسابات الگ الگ تیار ہوں۔ کام کا طریقہ یہ ہو کہ جو بینک یا ڈویژن درآمدت کا کام کرتا ہو، وہ سیدھے طریقے سے مشینری یا سامان درآمد کرے اور لوگوں کو نفع پر بیچے، اس کاروبار میں بینک اپنا پیسہ لگائے اور جس طرح کوئی بھی درآمدی تاجر مارکیٹ میں اپنا مال فروخت کرتا ہے بینک بھی کرے اور اس طرح وہ تمام کاروباری خطرات مول لے جو کہ ایک عام درآمدی تاجر لیتا ہے، اسی طرح سے جو بینک

یاڈویژن برآمد کے کام میں آئے وہ نجی مارکیٹ سے مال خرید کر کے اپنے ذرائع سے اسے باہر فروخت کرے یا بیرون ملک اپنی شاخیں کھول کر یہاں سے مال وہاں منگوائے، اور دوسرے ملک میں مال فروخت کرے، اور اسی طرح وہ تمام کاروباری وظائف وخطرات اپنائے جو برآمدات کے کاروبار میں ایک عام تاجر کو درپیش ہیں۔ اسی طرح جو بینک اجارہ یا اجارہ و ابتاع کا کام کرنا چاہیے وہ اشیاء کو خرید کر کرایہ پر دے، مالی اجارہ (Financial Lease) کے بجائے عملی اجارہ (Operating Lease) کا کام کرے، تجارت کے میدان میں جو بینک کام کرنا چاہیے وہ باقاعدہ تجارتی فرم کھولے، جس میں بینک مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر دوسرے لوگوں سے بھی سرمایہ حاصل کرے، اور پھر سیدھے طریقے سے تجارت کرے، اسی طرح بینک کارخانے بھی لگا سکتا ہے اور ان تمام طرح کے کاروباروں کو چلانے کے لیے ماہر اور تربیت یافتہ افراد کی خدمات حاصل کر سکتا ہے ان کاروباروں سے جو منافع ہو وہ بینک اور امانت داروں کے درمیان نفع و نقصان کی بنیاد پر تقسیم ہو سکتا ہے۔

(ب) تبادلہ وقت کی بنیاد پر قرضے

اس کے باوجود بھی کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بینک سے سرمایہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ بہت ہی مختصر مدت کیلئے رقم حاصل کر لیں اور پھر لوٹا دیں۔ اس ضمن میں قلیل المدت ہنڈیاں اور وثائق آجاتے ہیں۔ اسلامی بینکاری پر لکھا ہوا لٹریچر اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے کوئی تسلی بخش حل پیش نہیں کرتا، سوائے شیخ محمود احمد کے نظریہ تبادلہ وقت کے نظریہ تبادلہ وقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مہینہ کے لیے مثلاً ۱۰۰ روپے بینک سے لینا چاہتا ہے تو وہ بینک کو =/۱۰ روپے ایک سال کے لئے دے ایک مہینہ کے بعد وہ بینک کو ۱۰۰ روپے لوٹا دے اور ایک سال بعد بینک سے اپنا سو روپیہ لے لے، اس معاملہ میں جانبین کی طرف سے رقم کی مقدار اور مدت کی مقدار کو کم و بیش کیا جا سکتا ہے، یہ ایک انقلابی تصور ہے اور اس تصور کی مدد سے ہم قلیل المدت سرمایہ ہنڈیوں کا مسئلہ اور حکومت کی ضروریات کے لیے سرمایہ کی فراہمی کے مسائل تسلی بخش طور پر حل کر سکتے ہیں اس تصور

میں بے پناہ لچک ہے اور یہ تقریباً ہر قسم کے قرض کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، ہمیں معلوم ہے کہ علماء کو اس تجویز پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں مشروط قرض کی شق ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ علماء کو اپنی اس رائے پر از سر نو غور کرنا چاہیئے، ایک طرف تو سود ہے جو سو عیبیں بنالیتا ہے اور ایک راستہ بند کرتے ہیں تو بیسوں اور نکال لیتا ہے۔ دوسری طرف قلیل المدت سرمایہ کی فراہمی کے لیے اب تک کوئی قابل عمل اور خالص اسلامی حل بھی سامنے نہیں ہے ایسے میں تبادلہ وقت کے نظریہ کے تحت اگر کوئی حل مل سکتا ہو تو اسے قبول کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ ہماری اتنی بڑی مشکل حل کر دیتا ہے کہ ہم اس کی مدد سے سود جیسی لعنت سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ بصورت دیگر ہمیں مشروط قرض کے اعتراض پر بھروسہ کرتے ہوئے سود کے ساتھ نباہ کرنا ہوگا۔ فقہ کے مشہور اصول اھون البلیتین کے پیش نظر ہماری رائے میں اگر مشروط قرض کا اعتراض اس تجویز پر وارد بھی ہوتا ہو تو بھی اسے برداشت کر لینا چاہیئے۔

(ج) امانتوں کا نیا تصور

جس طرح بینکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالیاتی توسط سے نکل کر براہ راست تجارت کی طرف آئیں اس طرح بینکوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ امانتوں کی موجودہ تقسیم کے تصور سے آگے نکلیں، اس وقت امانتیں تین قسم کی ہیں، چالو کھاتے (Current Account) بچت کھاتے (Saving Accounts) اور معینہ مدت کھاتے (Fixed Deposit Account) ہماری رائے میں اسلامی بینکاری میں دو بڑی قسم کے کھاتے ہونے چاہئیں (ا) عام کھاتے (Ordinary Accounts) ان میں رکھی ہوئی رقوم کی حیثیت موجودہ چالو کھاتوں کی سی ہو (ب) خاص کھاتے ([illegible] Accounts) ان کی مزید اتنی قسمیں ہو سکتی ہیں، جتنی قسم کے کاروبار میں کوئی بینک اپنی رقم لگاتا ہو، مثال کے طور پر اجارہ، درآمد، برآمد، تجارت، کارخانہ جات وغیرہ - ہر امانت کار اپنی رقم بینک کے پاس رکھتے وقت، اس کی نشاندہی کرے کہ وہ کس کاروبار میں یہ رقم مخصوص مدت کے لیے لگائیں گے، البتہ ایک مد ایسی بھی رکھی جا سکتی ہے جس میں

[illegible]

مدت کے لیے لگا دے ہر طرح کے کھاتوں کی آمدن کا حساب علیحدہ علیحدہ رکھا جائے، ہر امانت کار اپنے فیصلے کا خطرہ خود مول لے، جس نے جس کام میں پیسہ لگایا ہو اس کے نفع و نقصان میں وہ شریک ہو۔

(د) انتظامیات کے راہنما اصول

اس میں شک نہیں کہ بینک اس صورت میں بھی دوسرے لوگوں کی رقوم بہت بڑے پیمانے پر استعمال کر رہے ہوں گے، اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں بینک یا ان کے کارندے اپنی نااہلی کی بنا پر کاروبار میں نقصان کا موجب نہ ہوں، مرکزی بینک کو انتظامیات کے راہنما اصول مرتب کرنے ہوں گے، یہ راہنما اصول اس نظریہ پر مبنی ہوں کہ بالعموم ایک نفع بخش کاروبار کے لیے ایک عام سوجھ بوجھ کا کاروباری کیا کرتا ہے، یہ راہنما اصول عمومی انداز میں مرتب کیے جائیں گے اور پھر مخصوص کاموں کے لیے مخصوص شقیں بھی مرتب کی جا سکتی ہیں۔

(ہ) کارکردگی کا محاسبہ

اسی طرح بینکوں کے حسابات کی پڑتال Audit کے موجودہ نظام کو بدل کر انہیں مذکورہ بالا راہنما اصولوں کی روشنی میں از سر نو مرتب کرنا ہوگا، اس وقت بینکوں کا آڈٹ اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ بینکوں کے حسابات ٹھیک ہوں اور ان کی مالیاتی رپورٹیں جو کچھ ظاہر کرتی ہیں وہ حقائق کے مطابق ہے، اسلامی بینکاری میں یہ عمل تو جاری ہی رہے گا البتہ آڈٹ کا دائرہ کار بڑھ کر بینک کی تجارتی سرگرمیوں کو مذکورہ بالا راہنما اصولوں کی روشنی میں بھی پرکھے گا، اور یہ رپورٹ دے گا کہ کیا بینک نے تجارتی امور میں اس متعدی کفایت، اور سجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا جو کہ انہی حالات میں ایک عام کاروباری کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کے آڈٹ کے لیے آڈٹ کے بنیادی تصورات اس کے عملہ کی تربیت وغیرہ مسائل سے بھی عہدہ برآ ہونا ہوگا۔

٦۔ حرف آخر

مذکورہ بالا تجاویز اول تا آخر انقلابی ہیں، وہ موجودہ نظام بینکاری کے پورے

ڈھانچے کو منہدم کر کے نئے سرے سے ایک ڈھانچہ تشکیل دینے کا تصور پیش کرتی ہیں جہاں ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ سود کو حذف کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے وہاں اس بات پر بھی شرح صدر ہے کہ مختلف قسم کے لوگ اس نظریہ کی راہ روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے، نہ صرف بینکار بلکہ معاشئین ماہر انتظامیات محاسبین وغیرہ اس کو قبول کرنے میں دشواری محسوس کریں گے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہیں ایک نئے نظام اور اس نظام کی توسیع کے لیے کئی نئے علوم کی تشکیل کرنا ہوگی، رائج الوقت نظام میں ایک کل پرزہ کی طرح اپنا رول ادا کرنا بہت سہل کام ہے اور سرنو ایک نئے نظام کی تفصیلات طے کرنا اور انہیں معرض وجود میں لانا خون جگر دینے کا کام ہے۔

اس کی ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے، ہزاروں سال سے رائج سود اور اس سے مستفید ہونے والا طبقہ آسانی سے شکست تسلیم نہیں کرے گا نہ صرف وہ قانونی، سیاسی، اور معاشرتی حربوں سے اس جنگ میں کود پڑیگا۔ بلکہ دام ہمرنگ زمین بچھا کر اور بھیس بدل بدل کر اپنی بقا کے لیے کوششیں کرے گا اس کی اولین مثال ہمارے سامنے موجودہ مارک اپ کی شکل میں ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ سود کا حذف کرنا ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہے یہ اپنے ساتھ پوری زندگی میں ایسی بنیادی تبدیلیاں لائے گا کہ موجودہ نظام باقی نہیں رہ سکتا، جو لوگ حذف سود کو محض چند قانونی تبدیلیوں کا محتاج سمجھتے ہیں انہیں اس مسئلہ کی گہرائی ناپنے میں سخت غلطی لاحق ہوئی ہے۔

(واللہ اعلم)

حواشی و مصادر

1. State Bank of Pakistan (S.B.P) Circular No. B.C.D 13,20 - June,1984.

2. S.B.P. circular No. B.C.D - 13, 20. - June,1984.

3. S.B.P. circulars No. B.C.D - 33

4. S.B.P. Circular No.B.C.D.39 -10th Dec.,1984.

5. S.B.P. circulars No B.C.D. 40 10th Dec 198

6. Report of High Level Working Group on Housing Finance on Income Sharing basis. Unpublished, Karachi. H.B.F.C. 1980.

7. The House Building Finance Corporation Act 1952. (as amended Sec.24(8)).

8. Report of the High Level Working Group op, cit.

9. مارک اَپ، مارک اَپ اگرچہ قانوناً منع ہوگیا ہے لیکن برآمدات پر تمویل کے سلسلہ میں اس کی ایک شکل کو بینکوں نے باقی رکھا ہے۔ وہ شکل یوں ہے کہ اگر کوئی شخص برآمدات کے لیے سرمایہ لے اور پھر بروقت مال برآمد نہ کرے تو پہلے اس کی اصل رقم پر مارک اپ لگایا جائے گا بعد ازاں اس مارک اپ پر ۱۲۰ دن کے لیے مزید مارک اپ لگے گا۔

10. M.N. Siddiqui: Issues in Islamic Banking; Liecester, The Islamic Foundation. 1983, pp - 81 - ff.

11. S.B.P. circular No. B.C.D 39, 10th Dec., 1984.

12. S.B.P. circular No. B.C.D 34. 10th Dec., 1984. Statement B.